پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

خبر لیجیے دہن بگڑا

متانت، سنجیدگی، شرافت، بردباری، تحمل، رواداری......وہ انسانی اقدار ہیں، جن سے معاشرہ سنورتا ہے۔ لہجے میں شائستگی، رویے میں نکھار اور گفتگو میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ انسانی اوصاف ہیں جو معاشرے کے ہر فرد میں ہونے چاہییے۔لیکن اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم اُن لوگوں میں تو ان اوصاف کا ہونا لازمی اور ضروری امر ہے، جن کے ہاتھ میں ملک کی عنان تھمادی گئی ہے۔لیکن ہماری بدنصیبی اور بدبختی کا عالم نہ پوچھیے کہ ہمارے ملک کے صاحبِ اقتدار حضرات کے اخباری بیانوں میں دن بدن شائستگی کی بجائے درشتگی، شرافت کی بجائے لچر پن، متانت کی بجائے بازاری پن، تحمل کی بجائے بے حوصلگی اور بردباری کی بجائے بے ضابطگی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ان تمام حضرات کی گوہر افشانیوں سے نہ صرف تحمل، وقار اور تمکنت کے معیار کو گزند پہنچا ہے بلکہ ان حضرات کی زبان درازی سے ہماری دینی اقدار، مذہبی شعائر، جن کا تعلق براہِ راست خدا کی آخری کتاب قرآن مبین اور فرمانِ رسول ﷺ سے ہے، غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ پچھلے ماہ جو اخباری بیانات ہمارے وزیر اطلاعات، وزیر اعظم اور جنرل صاحب کے نام سے منسوب ہو کر اخبارات کی زینت بنے، ہماری نگاہوں میں خار بن کر چبھتے رہے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ ان تمام بیانوں سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہماری عقیدت کے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور یہ بات ایک ایسا المیہ ہے جس پر رونے کو ہی نہیں، بلکہ صاحب اقتدار حضرات کے معیارِ شرافت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ہمارا قومی سانحہ یہی ہے کہ جب نچلی سطح کے لوگ جائز و ناجائز طریقوں کو بروئے کار لا کر اقتدار کے تخت پر براجمان ہوتے ہیں تو اپنے آپ میں نہیں رہتے۔فرعون بن کر ''لجو ماردیگرے نیست'' کے زعم میں مبتلا ہو کر بکنا شروع ہو جاتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق پر اُن کی زبان نہیں رہتی۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ''ہر فرعون راموسیٰ'' کی مصداق ہر دور اور ہر زمانے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے انجام سے بے خبر ہو کر ایسے سرکش اور بے لگام لوگوں سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنے انجام تک پہنچا کر ہی دم لیتے ہیں۔ایسے سر پھرے لوگوں کے سامنے ملک کی صدارت اور وزارتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ اپنی دینی اقدار کے تحفظ کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔عمر بھر دین کے تحفظ، دین کے احیاء اور بقا کے لیے کام کرتے رہتے ہیں اور یہی کام کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔قید و بند، جبر و تشدد، تعزیر و سلاسل کا سلسلہ اُن کے پائے ثبات میں جنبش تک پیدا نہیں کرتا۔ ہمارا تعلق انہی لوگوں کے ساتھ رہا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے آج بھی ہے، نہ ہم کسی کے سیاسی حریف ہیں، نہ ہی دنیاوی منفعت ہمارا مقصود۔ہمیں اپنے بیگانے سبھی جانتے ہیں کہ ہمارا تعلق خاطر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مفکر احرار چودھری افضل حقؒ، ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین، شورش کاشمیریؒ، ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ، سید عطاء المحسن بخاریؒ کے ساتھ ہے اور یہ وہ قبیلہ

سرفروشاں ہے، جن کے بارے میں مشہور نظیریؔ بہت عرصہ پہلے کہہ گئے ہیں:

گریز دار صفِ ماہر آنکہ مردِ غوغا نیست

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ مانیست

ہمارے جنرل صاحب یا ہمارے وزیراعظم جناب جمالی صاحب تو شاید ان لوگوں سے واقف نہ ہوں لیکن ہمارے وزیر اطلاعات تو ان تمام حضرات کو بخوبی جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی اوائل عمری میں جبکہ وہ اتنے عقلمند نہ تھے۔ آغا شورش کاشمیریؒ کے قریب تھے۔ ان کے مضامین ہفت روزہ ''چٹان'' میں چھپتے رہے ہیں۔ انہیں شورش کاشمیری کے ساتھ مل کر تقریریں کرنے کے مواقع بھی میسر آئے ہیں اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے، جسے وہ خود بھی نہیں جھٹلا سکتے کہ آج اقتدار کے جس محل میں وہ جلوہ افروز ہو کر ذہنی طور پر مدہوش اور بدمست ہو گئے ہیں۔ اس محل کی بنیادیں مہیا کرنے میں آغا شورش کاشمیریؒ کا تعاون اُن کے شاملِ حال رہا ہے۔ وہ اگر یہ کہیں کہ ''ٹی وی کو برقعہ نہیں پہنا سکتے۔'' تو ہمیں اس پر افسوس بھی ہوتا ہے اور غصہ بھی، غصہ اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نئی نسل کو ٹی وی پر دکھایا جا رہا ہے، اسے اُن کی آشیرباد حاصل ہے۔ ٹی وی پر دکھائے جانے والا یہ ''کوک شاسترز'' پاکستان کی نئی نسل پر کیا رنگ جما رہا ہے؟ یہ اُن کا اس لیے ذاتی مسئلہ نہیں ہے کہ اُن کی کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اُن کے بچے اور اگر کہیں بھی تو ان کی مجبوری ہے کہ انہیں اپنے بچے نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا بچوں کی ذہنی تربیت سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔ اُن کی خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ وہ اپنی زبان کو اُن حدود تک ہی محدود رکھیں جو دینی اقدار کو مجروح نہیں کرتیں۔ یہ بات اُن کے حق میں بھی بہتر ہو گی اور معاشرے کے حق میں بھی انہیں فطرتاً زبان چلانے کا بڑا شوق ہے۔ اسی شوق میں انہیں جیل کی ہوا کھانا پڑی لیکن انہوں نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ یہ روش جس کا وہ مظاہرہ کر رہے ہیں، انہیں مہنگی پڑے گی۔ اُن کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کی قیادت اور سربراہی میں سیاست کا موجودہ سفر کر رہے ہیں۔ جس کا ملک کی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو کسی کے اشارے پر دھونس اور دھاندلی کے ساتھ اس ملک کے اقتدار پر قابض ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے دور اقتدار میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا جا سکے۔ اگر ہمارے وزیر اطلاعات صاحب کو انہیں خوش کرنا ہے تو اُس کے اور کئی طریقے ہیں۔ دین اسلام پر حملہ آور ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے موقف کے مطابق سیاسی مسلک اور سیاسی رہنما تبدیل کر لینے والے لوگ سیاست دان نہیں ہوتے، تاجر ہوتے ہیں۔ وہ سیاست نہیں کرتے، سیاست کے نام پر تجارت کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں یہ تجارت مبارک۔ ہماری درخواست تو صرف یہ ہے کہ وہ ہمارے دینی جذبات مجروح کرنے سے باز رہیں۔ ہم مجلس عمل کی طرح اُن کے سیاسی حریف نہیں ہیں کہ کسی مقام یا کسی مسئلہ پر اُن سے معذرت خواہانہ لہجے میں بات کریں گے۔ ہم ایسی سیاست پر لعنت بھیجتے ہیں کہ جس میں نہ کوئی مؤقف پیشِ نظر ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مشن، محض جلب زر اور نمود و نمائش کے لیے محنتِ شاقہ کی جاتی ہے تاکہ کسی نہ کسی طرح

اقتدار میں آ کر عیش وعشرت کے لیے اپنے سفلی جذبات کی پرورش کا اہتمام وانصرام کیا جا سکے۔لہٰذا وہ یہ کام کرتے ہیں۔ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔یہ سب عقل کی کرشمہ سازیاں ہیں اور ہمارا تعلق عقل سے نہیں بلکہ جنوں سے ہے۔اس لیے ہم پون صدی سے جنوں کی وادی میں یہی نعرہ مستانہ لگاتے چلے آ رہے ہیں:

پروازِ خرد کیا ہے تری پست خیالی
اے ہمت عالی ہمیں دیوانہ بنادے

بقول اقبال:

وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے اُنہیں بے سوزنِ تارِ رفو

اس لیے عقل والوں کا جنوں والوں سے الجھنا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔جہاں تک جمالی صاحب کا معاملہ ہے' اُن کا اپنا ایک فقرہ ہی کافی ہے۔جس میں انہوں نے جنرل صاحب کو اپنا ''باس'' (BOSS) کہا ہے۔وزیراعظم اپنے قول کے مطابق جنرل صاحب کے نوکر ہیں۔لہٰذا وہ پاکستان کے وزیراعظم نہیں۔اس لیے اُن سے اس ضمن میں کوئی گلہ نہیں۔جنرل صاحب کے بعد وہ ''زیرو'' ہیں ''ہیرو'' نہیں کہ اُن کی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے جائیں۔

جمالی صاحب فقط نام کے جمالی ہیں۔اُن کے اخباری بیانات کو اگر پڑھا جائے تو ان میں جمال نام کی کوئی چیز ہمیں کبھی نظر نہیں آئی' نرا جلال ہی جلال ہے۔وہ اکثر دین دار لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے رہتے ہیں کہ تم دین کے ٹھیکیدار نہیں ہو۔ہم بھی مسلمان ہیں۔ہمارا بھی دین کے ساتھ تعلق ہے۔اب اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ تمہارا دین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ تم اس شخص پر دل وجان سے فدا ہو' جو یہ کہتا ہے کہ حجاب نچلی سوچ کی بات ہے۔حجاب کی بات' کیا قرآن پاک کی بات نہیں ہے؟ حجاب کی بات کیا حضور سرورِ کائنات ﷺ کی بات نہیں ہے۔سوچیے تو سہی کہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔پھر کیا یہ بات درست ہے کہ ''پاکستان ایک اسلامی ملک ہے' ملائی ریاست نہیں۔'' وزیراعظم صاحب ایک غیر اسلامی ریاست کو اسلامی ریاست کہہ رہے۔جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اسلامی اور مسلم ریاست کے درمیان فرق کا علم تک نہیں ہے۔انہیں نہ ہی دین کا مطالعہ ہے اور ہی دینی شعور۔

جس ریاست میں' دینی اقدار، دینی شعائر کی ہر طرح سے بے حرمتی ہو رہی ہو۔اسے ہمارے وزیراعظم صاحب اسلامی ریاست کہہ رہے ہیں۔کیا اسلامی ریاست' ایسی ریاست کو کہتے ہیں جہاں جس کا جی چاہے' نماز پڑھے' جس کا جی نہ چاہے نماز نہ پڑھے۔جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی نہ چاہے روزہ نہ رکھے۔جس کا جی چاہے زکوٰۃ دے جس کا جی نہ چاہے زکوٰۃ نہ دے۔حکومت کی طرف سے کوئی مداخلت نہ ہو۔اگر ایسی ریاست اسلامی ریاست ہے تو پھر عملی میدان میں سیکولر ریاست کسے کہتے ہیں؟ جس ریاست میں سود حلال ہو، قتل، ڈاکے، زنا بالجبر، اغوا برائے تاوان کی وارداتیں روزمرہ کا معمول

بن گئی ہوں اسے اسلامی ریاست کہا جاسکتا ہے؟ جہاں لوگ بھوک اور معاشی تکلفرات کی وجہ سے خودکشی پر مجبور ہوجائیں' اسے اسلامی ریاست کہنا جسارت نہیں تو اور کیا ہے؟ جہاں امراء اور رؤساء حکومت کے تخت پر براجمان ہوں اور غربا، مساکین گلیوں میں دھکے کھاتے پھرتے ہوں۔ اُن کا کوئی پرسان حال نہ ہو۔ جہاں خوبصورت عورت کی تصویر کے بغیر پان والے کے پان نہ بکتے ہوں اور اخبار والے کا اخبار...... اسے کس لحاظ سے اسلامی ریاست کہا جاسکتا ہے؟ جہاں عورتوں کو آزادی نسواں کے نام پر گمراہ کر کے انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لیے ''ایکسپلائٹ'' کیا جائے۔ جہاں ارتداد کا مسئلہ کوئی مسئلہ ہی نہ ہو۔ عیسائی' مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں مصروف ہوں اور مرزائی' مسلمانوں کو مرزائی بنا رہے ہوں' اسے اسلامی ریاست کہنا وزیراعظم کی جسارت نہیں تو اور کیا ہے؟ جہاں رشوت کے بغیر کوئی کام سرے نہ چڑھتا ہو اور رشوت دے کر ہر ناجائز کام سرعام ہو رہا ہو۔ جہاں پر نوکریاں بکتی ہوں، جہاں عدالتی انصاف نام کی کوئی چیز نہ ہو۔ جہاں اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی زندگی میں نہ کوئی اصول ہو، نہ قاعدہ، نہ ضابطے کا کوئی تصور موجود ہو۔ جہاں دستور نام کی کوئی چیز موجود ہی نہ ہو' جہاں فردِ واحد اپنی طاقت کے بل بوتے پر جو چاہے کر گزرتا ہو۔ جہاں نیک آدمی کی کہیں حوصلہ افزائی نہ ہوتی ہو اور برے آدمی کی حوصلہ شکنی نہ ہو' اُسے اسلامی ریاست کہتے ہیں؟

پاکستان سرتاپا ایک غیر اسلامی ریاست ہے' جسے ہم ان شاء اللہ اسلامی ریاست بنا کر رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس پروگرام سے نہیں روک سکتی۔ پاکستان' دنیا میں واحد ملک ہے جسے خدا اور رسول ﷺ کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ ملت اسلامیہ سے جو وعدہ مسلم لیگ نے قیام پاکستان سے پہلے کیا تھا' اُسے پورا کرنے کے لیے ہم تمہیں مجبور کر دیں گے۔ پاک و ہند کے مسلمانوں نے نہ ہی تو قائداعظم کو ووٹ دیئے تھے' نہ ہی مسلم لیگ کو بلکہ انہوں نے صرف اور صرف دین اسلام کو ووٹ دیئے تھے۔ اگر وزیراعظم صاحب کو فرصت ملے تو تاریخ کا مطالعہ کرلیں۔ نہیں تو ہم اُن کے گوش گزار کر دیتے ہیں۔ ۳۷۔۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ اور قائداعظم کو پورے ہندوستان کی مسلم نشستیں جو ۴۹۸ بنتی تھیں صرف ۱۲۸ نشستیں ملی تھیں۔ باقی ساری مسلم نشستیں دوسری جماعتوں کے امیدوار یا پھر آزاد مسلم امیدوار جیت گئے تھے۔ اس کے برعکس جب مسلم لیگ نے ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کا نعرہ لگایا۔ مسلمانوں کو جب یہ باور کرایا گیا کہ پاکستان کے اندر خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کے دور کے نظارے آپ دیکھیں گے۔ عدل و انصاف کے اسلامی معیار کے مطابق فیصلے ہوں گے۔ غریب اور امیر کے درمیان فرق ختم ہو جائے تو ۱۹۴۶ء کے انتخاب میں مسلم لیگ نے ۴۹۸ مسلم نشستوں میں سے ۴۲۸ نشستیں جیت لیں اور مرکز کی تیس کی تیس نشستیں مسلم لیگ کو مل گئیں۔

وزیراعظم صاحب! اگر آپ قائداعظم گروپ مسلم لیگ کے واقعی وزیراعظم ہیں تو بتایئے آپ پاکستان کے اندر اسلام نافذ کرنے کے وعدے کے پابند ہیں کہ نہیں؟ اگر آپ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو پھر آپ کو اس ملک پر حکومت کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟